منتر پڑھی بپت کی کبھو نہ کچھو سکھ
بھرتے آئی ہیں ہمیں جنم جنم کو دکھ

اس دشت پر بلا میں تہ تیغ آب دار / لیکر ہوئے جوان سے تا طفل شیر خوار
بالاں نہیں ہے جنکے اُن اونٹوں پہ ہم سوار / عابد برہنہ پا ونگی سے ہے ہاتھ میں مہار
تا چرخ سفلہ بود خطائے چنین نہ کرد / بر ہیچ آفریدہ جفائے چنین نہ کرد

دیکھیں نے سنسار کی ہموں دیکھ کہی
کن نے جگ میں آئے کے ایسی بپت سہی

گو کوفیاں ستم سے ہمارا ابھی جان لیں / ظلم اُنکا اس جگہ تو کسی سے نہ ہم کہیں
جتنا دیا ہے دکھ ہمیں اس سے زیادہ دیں / معلوم ہو رہیگا مزا حشر میں انھیں
آل نبی چو دست تظلم برآورند / ارکان عرش را بتزلزل درآورند

جب دُکھیاری عرش کو پاؤں پکڑ ہلائیں
تب ہیں تمکو ایسی کر تب جانیں جائیں

زینب غرضکہ کرتی تھی جو وقت یہ بیاں / سُن سنکے اُن کی باتوں کو روتے تھے انس و جان
کرتے تھے ہر چہار طرف نالہ و فغاں / پھر سر اُٹھا خطاب کیا سوئے آسماں
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ / وز کین چہا درین ستم آباد کردہ

کھو یو تیں نے نیر بن بنی کے من کو چین
جالم تیرے ہاتھ سوں پیاسا گیو حسین

ہر چند ذات حق ہے مبرا الم سے اب / کیا کام اس جناب کو شادی و غم سے اب
مطلب نہ ضحک سے نہ غرض چشم نم سے اب / لیکن یہ ایک رمز ہے تم سن لو ہم سے اب
ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال / او در دل ست و ہیچ دلے نیست بیملال

سنکے یہ غم نیر ہو پربت جائیں بھہ
چپ ہی رہیا ہیں سودا آگے کچھ مت کہہ

مرثیہ مخمسہ بجناب حضرت امام حسینؑ و قاسم

کہا یہ دل کو میں راضی ہے کیوں تو چشم پر نم سے / محبت تجکو شادی سے نہیں الفت ہے ماتم سے

یہ دل بولا کہ جا شادی نہ بک لے بیخبر ہے
اُسے پامال کروایا فلک نے پوچھ عالم سے
قدم پھر نکو دے گر یہ سال کے ماہ محرم سے

ہوئی تھی ایک شادی اب سے گنتے نو سو برس آگے
نہ مریخ کو قتل و قمع کی پھر ہوس آگے
اگر کیجے بیان اُسکا فلک نادادرس آگے
عجب کیا ہے کہ دادرد کو وہ اے یار بس آگے
فلک یہ جائیگا پانی ہو اس تذکور مبہم سے

تھے اس شادی کے جو جو کارکن سو کیا بتاؤں میں
وگرنہ منکروں کے پاس کاذب کیوں کہاؤں میں
غضب آفت بلا رنج و تعب اُن کو دکھاؤں میں
کہیگا پھر کوئی یہ بات کب خاطر میں لاؤں میں
اُٹھے کب بیاہ ایسا خلقت انساں میں باہم سے

وہ شادی کیا کہوں اک فتنہ جو اُنکی کدخدائی تھی
قضا مشاطہ ہو نسبت کا اُسکو قبلہ لائی تھی
نہ تھی وہ شادی یارو بلکہ اک آفت سمائی تھی
مصیبت بہر تحقیق نسب ساتھ اُسکے آئی تھی
لگے دکھ درد و غم کہنے نسب میں پوچھ لے ہم سے

نسب نامہ ہے یہ اُسکا اُٹھے ہے جسکی یہ شادی
وہ عبداللہ عم گردنیہ جس کے خط آزادی
حسن ہے باپ اور دادا علی اور فاطمہ دادی
یہ نوشا جا بنا ہے گور کے گھر خانہ دامادی
کرتا چھوٹے زمانے کے جفا و جور ہر دم سے

مصیبت نے سُنا جب یہ تو از راہ وفاداری
کہا غم سے دل عالم یہ کر مہندی کی تیاری
یہ بولی کام اس شادی کا آنکھوں نے کرن جاری
لگن لوہو سے رکھ بھر کر بزیر چرخ زنگاری
وہ رونق کر نہ ہوئے ہو جو اب تک عہد آدم سے

غرض جس وقت منگنی کا نشان اُس شہ کو آیا تھا
عوض مصری کے دلھن نے جگر کا لخت کھایا تھا
اُسے شربت کی جا قسمت نے خون دل پلایا تھا
اور اُسکے بیاہ ساچق کا یہ سامان کر دکھایا تھا
کہ ایسا کچھ نہ دیکھے گا کوئی پھر دو عالم سے

غم دل اُسکے اُس مجلس میں تو سے جتاتا تھا
نہ سمجھو گے کسی کو آ کوئی شربت پلاتا تھا
جگر جو تھے کے دان خون جگر ہر ایک کھاتا تھا
جو ہنگ آنکھوں سے بہکر تشنگان کے منہ کو آتا تھا
سمجھتے تھے اُسے بہتر وہ آب چاہ زمزم سے

نہ تھی کچھ وضع وہ شادی کی تھا صدمہ زمانے کا
حوالہ دست اور سینے کو تھا نوبت بجانے کا
کہ جب یہ طور ہو دلھن کے گھر ساچق کے جانے کا
صدا شہنا سے آہ و نالہ تھا بجنا شہانے کا

فغان کرنا ماتا تھی اسرافیل کے دم سے

گل آتش کے تختہ پر ہوئے جائے شہیدونکے
ہوا کے خون تھے شیشے رنگ ستان برگزیدونکے
بہائے شکیبان نیزونپہ سر تھے خون چکیدونکے
اب اتنے تھے کیا کہون جو احوال ان آفت رسیدونکے
جو بہتے خون تھے ازل سا معونکی چشم پر نم سے

کہون کیا نقل مہندی کی جو مہندی لانے والے تھے
سیاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے سے تھے
طبق مہندی کے اس صورت مین بنا کے رکھے تھے
زمین پہ منجمد ہر اک جگر ہو کے تھالے سے تھے
زبس ٹپکے تھا خون ہر ایک جا تھالے سے بہ دم

لگا تاشہ کی قسمت سے کہ اس مہندی کا ملتا تھا
قبیلہ دیکھ دیکھ اسکو کھڑا اب ہاتھ ملتا تھا
نظر کر رنگ مہندی کا جگر دلہن کا جلتا تھا
ز سر تا پا تن اسکا آتش غم سے پگھلتا تھا
مقابل تھی دلہن اس رات شمع بزم ماتم سے

سواری جو نوشہ کی اصول شادیانے تھے
فلک کو سینہ و زانو و سر غم مین بجانے تھے
صدا ہر نوحہ گر کے وان بدھاوے اور شہانے تھے
یہ نوبت اور نوبتیونکو شور و غل بجانے تھے
کہ لرزے تھی زمین ہر آن سینونکی دھما دم سے

دلونکی آہ آتشبار چھٹنا تھا اناروں کا
جو قطرہ اشک کا تھا گنج تھا سو وہ ستارونکا
ہوائے نالہ تھا ہر ایک ان غربت کے مارونکا
بیان کس منہ سے کیجے اور حال ان بیقرارونکا
جو دم انکے تھے زیادہ تر کھو چلنی کے تھی وہ دم سے

سواری چلنے کا اسلوب غوغا حشر کا سا تھا
سر و تن مین جھومتا نیزہ پہ سر دولہا کا جاتا تھا
غبار اور گرد اس رہ کا بچھا در شہ کے سر کا تھا
نہ تھا کچھ بیاہ وہ آفاق مین اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی الم سے غم سے ماتم سے

کوئی ان دولہے پوچھے تھا دولہا کا کہان ہے سر
کوئی کہتا تھا اس کے دیکھ وہ جاتا ہے نیزے پر
کوئی سر دیکھ کے بولے کہ تن اس کا ہے کیدھر
کوئی اس سے کہے یان غرقہ ہوگا خاک و خون اندر
کوئی سوچے جدا تن کا ہے سر کیون کہ باہم سے

کہون کن کن زبانی حال اس شادی مجلس کا
مشابہ وہ بغیر از مسلخ قصاب ہو کس کا
بنا تھا ٹکڑے ٹکڑے دل ہر ایک بیکس کا
زمین پر ہر طرف جاری تھا خون خلق بیکس کا
یہ مجلس اور وہ مسلخ تھی الم سے رنج ہم غم سے

جو شربت بزم میں پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا
غنا آواز تھی مذبوح کی رقاص بسمل تھا
گلے میں ہار سب کے زخم شمشیر حمائل تھا
برا ز خون جو دہن میں تھا پان کھانیکے مقابل تھا
یہ بزم و حشر کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بندھوار شادی کی بندھی دولہا دولھن کے گھر
قبیلہ کٹ گیا زنجیر میں دونوں کا سر تا سر
منڈھا یہ تھا کہ غم چھایا گیا آفاق کے دلپر
چڑھایا تیل دولھا کو لہو سر تا قدم ملکر
بندھا طرہ جو اسکے سر سو وہ نیزیکی برہم سے

بوقت آرسی مصحف نہ تھا اسکی یہاں بن ہو
کہ دولھا رونمائی جان دا اور بیوہ دولھن ہو
سر نوشتہ تو نیزے پر ہو خاک و خون میں تن ہو
بکھلجاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہو
جفا و جور جیسا اُنپہ گذرا چرخ اظلم سے

ستم کی تیغ سے سب اقربا دولھا کا جب کوٹا
پھر اسکے بعد لشکر شام نے دولھن کا گھر لوٹا
جفا کیشوں نے آرائش بنمط طرح سی لوٹا
کہ تن کے کپڑے تک کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا
گزی گاڑھا تلک چھوڑا نہ بے تر زیب شبنم سے

جفا و جور کیا کیا ہے اُس قوم ستمگر کے
کہ جب خیمے میں آ بیٹھے طمع پر مال و زر کے
نہ چھوڑا ہاتھ میں چھلا دولھن دولھا کی ناقر کے
ردا تک سب کے سر سے لیگئے وہ دھجیاں کر کے
جب اُن غربت زدوں سے کچھ نہ پایا دام و درہم سے

غرض میں کیا کہوں دولھا کا سر ساتھ دولھن کے
گیا نیزے پہ سوئے شام رنگیں چھوڑ کر تن کو
جلایا غم نے اس شادی کے اک عالم کے تن من کو
تاسف حشر تک اسکا رہیگا مرد اور زن کو
اوٹھی شادی نبی کی آل میں قاسم کی جسدم سے

محبو اس گھر میں جو یہ شادی کی صورت ہو
محبت کیونکر شادی سے مجھے ہو راست بولو تو
کرو غور اسکو تم کہتا ہوں جو یہ بات میں رو رو
سخن کا میرے اے نادان جواب انصاف سے تم دو
مجھے الفت زمانہ میں ہو کسطرح باہم سے

جو دھویا چاہتا ہے نامۂ اعمال اے سودا
تو رو رو کر بھگو رومال پر رومال اے سودا
خوشی کو رات دن کر غم کہ تو پامال اے سودا
الم سے اپنے رکھ سینے کو مالا مال اے سودا
بچاتا ہے اگر تو آپ کو نار جہنم سے